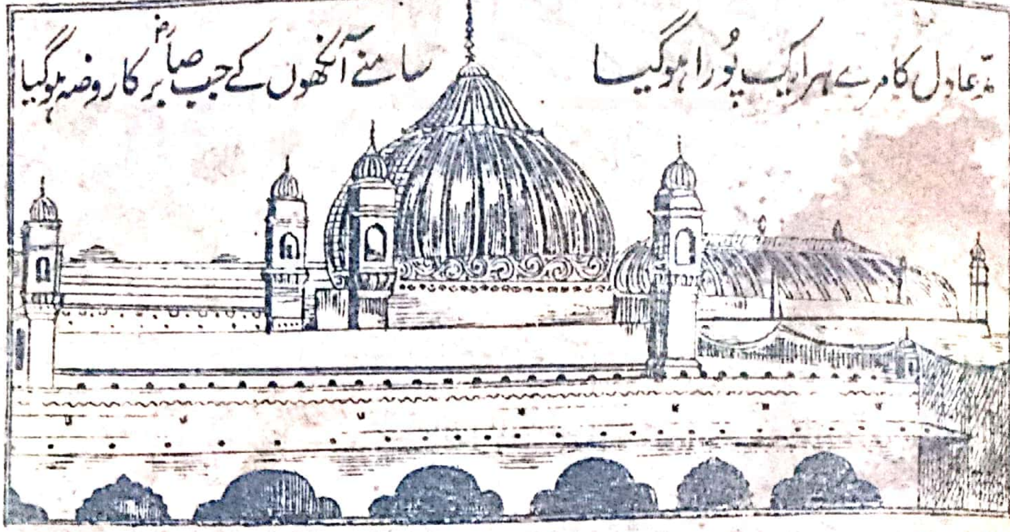
خواجہ سلمان احمد ناصری



اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ

بیشک اولیاء اللہ (کبھی) نہیں مرتے

الحمد للہ والمنّۃ کہ رسالۂ متبرّکہ مشتملبر حالات

سیّدنا حضرت مخدوم علاء الدّین صابر کلیری علیہ الرحمہ

مسمّٰی بہ

دبدبۂ صابری

جسکو

راجی لم یزلی سید محمّد علی چشتی۔ صابری۔ ناصری۔ دہلوی

مالک چشتی اینڈ سنز پریس دہلی وگوڑگانوہ

نے تالیف کرکے اپنے

مطبع چشتی اینڈ سنز دہلی میں طبع کیا

جلد ۱۰۰۰

قیمت ۲؍

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَهٗ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ وَعَلٰی کُلِّ مَنۡ تَابَعَهٗ۔ اما بعد راجی مغفرت ربہ الغنی، عاجز بندہ سید محمد علی چشتی صابری۔ ناصری دہلوی کفش بردار مرشدی و مولائی حضرت مولانا مولوی محمد شفیع صاحب ناصر چشتی صابری رامپوری ثم بریلوی رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتا ہے کہ آقائے نامدار حضور سلطان العاشقین حضرت سید مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے حالات مشتے از خروارے آئندہ صفحات میں ہدیۂ ناظرین کرام کیے جاتے ہیں اوائل ساتویں صدی ہجری میں ایک عجیب شان کے بزرگ گزرے ہیں آپ کے وصال کو صدہا سال منقضی ہوچکے لیکن آپ کا فیض ابتک بدستور جاری ہے اور انشاء اللہ تا قیامت رہیگا۔ یہی وجہ ہے کہ لکھو کھا مخلوق خدا کالے کوسوں کی کڑی منزلیں طے کر کے آپکے روضۂ مبارک کی زیارت کیغرض سے آتی اور شادکام ہوکر جاتی ہے۔

ہوا کرتے ہیں جس سے سیراب لاکھوں ✿ وہ ہے چشمۂ فیض دربارِ صابر

یقیناً یہ کہہ سکتے ہیں کہ خانقاہِ کلیر شریف سوز و گداز کی کان اور عشقِ الٰہی کی دوکان ہے جو طالب اس متاعِ گرانبہا کا سچے دل سے خریدار بنکر حاضر ہو انشاء اللہ فائز المرام ہوگا محروم اور ناکام نہیں لوٹے گا۔ خاکسار ہیچمدان اگرچہ حضرت مخدوم پاک کے حالات نہایت اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہے، تاہم جو کچھ بھی ہے وہ صحیح ہے اور مبالغہ سے مبرّا ہے۔

اُمید کہ ناظرین کتاب ہذا کی عبارتِ بے ربط پر خیال نہ فرما کر چشمِ ہنر بین سے کام لینگے اور جہاں کہیں نقص پائینگے اُسکو اپنی عنایت سے درست فرما دینگے۔ آخر انسان خطا اور نسیان سے مرکب ہے۔ کہ "ہیچ نفسِ بشر خالی از خطا نبود"۔

خاکسار

محمد علی چشتی صابری مالک مطبع چشتی اینڈ سنز گوڑگانوہ و دھلی } ربیع الاول ۱۳۴۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالیٰ

بوستان ستائش او چمنستان نیائش چمن آرائے کون و مکان کے ہو جس نے لفظ کُن سے گلشن عالم کو سر سبز و شاداب کیا۔ سبحان جلّ شانہٗ کیسا صانعِ بے مثال ہے کہ ہزار طرح کے گلہائے مختلف رنگ کو کیا کیا رنگینیاں اور شوخیاں عطا فرمائیں۔ دراصل اگر چشمِ حقیقت سے دیکھئے تو ہر شجر و حجر میں اُسی کا پرتو نظر آوے۔

خداوندا ہے فضل و کرم ہم پر سدا تیرا
ترے بندے ہیں سب ہمکو فقط ہے آسرا تیرا

ہدایت دے کہ ہم حق پر چلیں حق پر رہیں دائم
کریں ہم ذکر اے جاں آفریں صبح و مسا تیرا

تری قدرت بڑی ہے کوئی بھی تیرا نہیں ہمسر
ترا سارا جہاں ہے اور ہے ارض و سما تیرا

تو ہی خالق تو ہی رب ہے ترا ثانی کوئی کب ہے
ہے سب مخلوق تیری شاہ تیرا اور گدا تیرا

چلا نیکی کے رستے پر ہمیں تجھ سے دعا یہ ہے
بُرائی سے بچا۔ ہے نام ہادی اے خدا تیرا

بدوں کو اور نیکوں کو برابر رزق دیتا ہے
ترے بندے ہیں سب عاصی بھی تیرا پارسا تیرا

تو گل میں ہے تو بلبل میں تو سورج میں تو ذرہ میں
تو مسجد میں تو مندر میں ہے جلوہ جا بجا تیرا

فنا سب کو بقا تجھکو تیری کیا شانِ عالی ہے
رہیگا نام باقی خالقِ عالم سدا تیرا

برائی ہم نکرنے پائینگے بنجائینگے نہاہد
اگر لطف و کرم بارِ خدا ہو جائیگا تیرا

ذہینِ تفتہ خاطر سے نہیں ممکن ثنا تیری
کسی بندہ سے ہو سکتا ہے کب وصف اے خدا تیرا

(ذہین حیدر آبادی)

۷۸۶

نعت شریف

گلستانِ نعت اوس سروِ باغِ نبوّت کو لائق ہے جو باعثِ ایجادِ عالم کا ہوا۔ اور اوسی کی شان میں لولاک لما خلقت الافلاک نخلبندِ حقیقی نے فرمایا اُس کے جمالِ بیمثال کا صانعِ حقیقی عاشق ہے۔ خطاب پاک اُس کا بشیر و نذیر اور شاہدِ صادق ہے۔ عرش بریں جس کا جائے قیام اور قاب قوسین او ادنیٰ اوس کا مقام۔ شافعِ محشر۔ مالکِ کوثر۔ فخرِ بنی آدم۔ مظہرِ اتم حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الف الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ آلہ الطاہرین واصحابہ المکرمین وازواجہ واہلبیتہ اجمعین الیٰ یوم الدین +

واہ کیا صورتِ انسان ہے سبحان اللہ
جسپہ اللہ بھی قربان ہے سبحان اللہ

واہ ادا آپ کی وہ آن ہے سبحان اللہ
جو پسندیدۂ سبحان ہے سبحان اللہ

آپ کا مرتبہ ہے افضل و اعلیٰ سب سے
آپکی سب سے بڑی شان ہے سبحان اللہ

حشر میں اُمتِ عاصی کے سروں پہ ہوگا
وہ وسیع آپکا دامان ہے سبحان اللہ

میری آنکھوں ہی میں بس جائے مدینہ کا چمن
یہ میرا شوق یہ ارمان ہے سبحان اللہ

آپکے حُسن کی توصیف رقم کیا ہو حضور
آپ پر شیفتہ سبحان ہے سبحان اللہ

ہر ادا جسکی خداوندِ علیٰ کو ہے پسند
اُس محمدؐ کی بڑی شان ہے سبحان اللہ

قربت خالقِ اکبر سے ہے جسکو حاصل
اللہ اللہ وہ انسان ہے سبحان اللہ

اے وفا روضۂ محبوب خدا کو دیکھوں
یہ تمنا مری ہر آن ہے سبحان اللہ

مختصر تاریخ کلیر شریف

ہے جلا بخش ضیا نورِ زمینِ کلیر
نورِ حق ہے بخدا نورِ زمینِ کلیر

نور سے تیرے منور ہے دل و جان میرا
جب ذرا صلِّ علیٰ نورِ زمینِ کلیر

ذرّے ذرّے میں ہے خورشیدِ تصوّف کی چمک
دیکھے تو آکے ذرا نورِ زمینِ کلیر

دل ہے قربانِ ادا جان ہے محوِ انداز
میں نے ذرا ہو ہی لیا نورِ زمینِ کلیر

دردمندانِ معاصی کو شفا ہوتی ہے
ہر مرض کی ہے دوا نورِ زمینِ کلیر

مرقدِ حضرتِ صابرؒ سے تو ہم پہلو ہے
کیوں نہوں تجھپہ فدا نورِ زمینِ کلیر

خوب ناصر کو ہوا تجربہ اسکا حاصل
ہے ہر اک غم کی دوا نورِ زمینِ کلیر
(ناصرؔ)

واقع سمت ۴۴۳ میں راجہ کرپال نے اِس شہر کو آباد کیا اور نام اسکا ہردوار گڑھی بہیک رکھا اور دریائے گنگا کے قریب ۵۲ کوس تک اِسکی آبادی تھی۔ اسمیں ایک عظیم الشان بتخانہ بنایا جسمیں تین ہزار سونے چاندی کے اور ایکہزار پتھر کے بُت تھے۔ پھر سمت ۳۵۵ مطابق ۲۹۵ء میں بکرم پال عرف بالمپال فرزند کرمپال مذکور نے اپنے عہدِ حکومت میں عظیم الشان بتخانہ کو اور رونق دی۔ اور بتوں پر لاکھوں روپیہ کا جواہرات جڑوا دیا۔ ہمیشہ سات ہزار مہنت اور ایکہزار چھپتر پُجاری برہمنوں کو لیکر اِس عظیم الشان بُتخانہ میں پوجا کو آیا کرتا تھا۔ اور اسی سال گوکل چند نامی مہنت کو بتخانہ مذکور کا گدّی نشین کیا۔ اور پانچہزار سوار اور پیادوں کی فوج اُسکی خبرگیری کو مقرر کی۔ اِس کے بعد سمت ۵۴۸ مطابق ۴۹۱ء میں راجہ مادھو سین نے گوکل چند مہنت کو قتل کر کے بتخانہ پر قبضہ کر لیا۔ اور اپنے برادر زادہ جودھا سین کو گوکل چند مہنت

کی جگہ بتخانہ کا گدی نشین کیا اور اُس نگری کا نام گوکٹ ہردوار دیوت رکھا اور بتخانہ کے متعلق بہت سی عمارتیں بناکر اُسکو اور ترقی دی۔ اسوقت یہ شہر ۵۴ کوس کے گرد میں آباد تھا۔ پھر سمت ۵۹۸ مطابق سنہ ۶ع میں راجہ سلکن لد گوپال رئیس دہلی نے اپنے عہد حکومت میں اِس شہر گوکٹ ہردوار دیوت کو خوب لوٹا اور اِس بتخانہ کو کچھ بھی رونق نہ دی اور اپنے ہمشیرہ زادہ کنور چندر پال کو گدی نشین کرکے اِس شہر کا نام کرکا دیوت ہردوار رکھا۔ اسوقت یہ شہر ۱۴ کوس کے گرد میں آباد تھا اور بتخانہ بدستور قائم تھا بعد سمت ۱۱۲۳ مطابق سنہ ۵۵۶ع اور سنہ ۵۰۶ھ میں راجہ کھرپال کنکو نے اپنے عموزاد بھائی کلیان پال کو بتخانہ مذکور کا گدی نشین مقرر کیا۔ اس نے اپنے عہد میں از سر نو اِس شہر کو رونق دی اور پہاڑوں سے سورج پرستوں کو بلا کر آباد کیا۔ گویا بتخانہ کو ویران کر دیا اور بتخانہ کے بتوں کو جو چاندی سونے کے جواہرات سے مرصع تھے۔ خزانہ میں داخل کرالیا۔ صرف بتخانہ کی عمارت میں پتھر رہ گئے اور متعدد سونے چاندی کے بُت پوجا کے واسطے چھوڑ دئے اور اس شہر کا نام بجائے کھر کا دیوت کے اپنے نام پر کلیر نام رکھا اور سنہ ۶۰۴ ہجری میں حضرت کمال احمد بغدادی ابدال قدس سرہ نے حضرت خواجگان سید معین الدین حسن سنجری ثم الاجمیری علیہ الرحمتہ کی خدمت بابرکت میں ایک روز عرض کیا کہ حضور آج میں شمال کی طرف گیا تھا۔ راہ میں ایک شہر کلیر دیکھا تھا اور اسمیں ایک بتخانہ ایسا عظیم الشان ہے کہ اُسکا نظیر شاید ہی ہندوستان میں دوسرا ہو۔ چاندی سونے کے اُسمیں بُت ہیں اور اسّی ہزار ناقوس اس میں پھونکے جاتے ہیں اور مسلمانوں کا وہاں پر نام تک نہیں ہے۔ یہ کلام سنکر حضرت خواجہ صاحب نے ایک نامہ حضرت قطب الدین ناجی بادشاہ دہلی کو تحریر فرمایا اور سید امام الدین اپنے مرید قدس سرہ کی معرفت بہمراہی حضرت نظام الدین ابدال قدس سرہ کے روانہ کیا۔ یہ دونوں صاحب خواجہ صاحب کے نامہ کو لیکر بادشاہ دہلی کے حضور میں پہونچے۔ اور نامہ مذکور دیا۔ بادشاہ اِن دونوں صاحبان سے بہ تعظیم و تکریم پیش آیا اور خواجہ صاحب کے خط کو دست بستہ کھڑے ہوکر سنا اور قیام الدین عرف دموان

صوبہ شمالی کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ فوج کثیر لیجا کر کفار اور بُت پرستان شہر کلیر کو واصل جہنم کرواور بجائے بتخانہ مسجد تعمیر کراؤ۔ ہم نے وہ علاقہ تم کو عطا کیا اور سید امام الدین کو سپہ سالار فوج مقرر کیا فوج شاہی نے شہر کلیر میں پہونچکر صدائے نوبت سے دعوت اسلام پہونچائی جس نے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی تعظیم کو سر خم کیا اسکو بلندی بخشی اور جس نے گریز کیا اُسکا سر تہ تیغ کیا۔ چند یوم ہنگامہ جدال و قتال گرم رہا۔ بہت کفار اشرار قتل ہو کر واصل جہنم ہوئے اور بہت سے جان بچاکر فرار ہو گئے۔ پہاڑوں میں جا چھپے اور قریب ایک لاکھ کے مرد و زن مشرف بہ ایمان ہوئے۔ اُن کو باطمینان خاطر سکونت کی اجازت دی۔ اِسی ہنگامہ میں بہت سے بزرگ بھی شہید ہوئے خصوصاً حضرت سید امام الدین صاحب دو کلکلی صاحب سے قلعہ کلیر کے فتح کرتے وقت بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔ الحاصل اِس لڑائی میں مال کثیر ہاتھ آیا۔ قیام الدین عرف ذموان صوبہ شمالی نے حضرت سید امام الدین کی شہادت سے حضرت خواجہ صاحب کو مطلع کیا۔ اور ایک عرضداشت فتحیابی شہر کلیر کی بادشاہ دہلی کے حضور میں ارسال کی۔ اور حسب خواہش امیر قیام الدین چند علماء و فضلاء کو بادشاہ نے دہلی سے روانہ کیا۔

بعد فتح کلیر امیر قیام الدین عرف ذموان نے اکثر شہدا کے پختہ مزار تعمیر کرائے حضرت کلکلی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار پر انوار حضرت مخدوم پاک کے مزار پاک سے نہر گنگ کا پل اُتر کر جانب جنوب واقع ہے۔ مزار پاک پر گنبد نہیں ہے۔ صرف چار دیواری وغیرہ پختہ ہے۔ مزار مقدس پر سبز چادر پڑی رہتی ہے کوڑیاں اور جھاڑو کی سینکیں خصوصاً اور مٹھائی و چادر وغیرہ عموماً آپکے مزار پر چڑھائی جاتی ہیں۔ قوال بھی آپکے مزار پر آتے ہیں۔ اور ہزارہا مخلوق خدا فیضیاب ہوتی ہے

حضرت سید امام الدین صاحب اور آپ کی دینی بہن گوہرہ کے پختہ مزارات بھی کلیر شریف میں واقع ہیں۔ زائرین جو حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ کے عرس شریف کی تقریب پر یا غیر وقت میں کلیر شریف جاتے ہیں پہلے امام صاحب کے روضہ مبارک کی زیارت کرتے ہیں آپ عمر میں حضرت مخدوم پاک رح صاحب سے بڑے تھے۔ آپکے مزار پاک کے قریب مسجد و کنواں پختہ اُسی زمانہ کا واقع ہے یہ ایک

بڑی فضا کا مقام ہے ۔ قوالی کی مجلسیں یہاں پر بہت زور شور سے ہوتی ہیں۔ الحاصل جس مزار پُرانوار پر جائیے ایک نئی شان نظر آتی ہے۔ کلیر شریف کیا ہے ایک خاصہ گنج شہیداں ہے۔

حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر قدس سرہ العزیز کا نسب نامہ

کتب معتبرہ و مستندہ سے ثابت ہے کہ حضرت مخدوم پاک قدس سرہ العزیز سادات حسینی سے ہیں اور آپ کا صحیح سلسلہ نسب اس طرح ہے حضرت سید السادات سید مخدوم علاء الدین علی احمد صابر قدس سرہٗ بن سید السادات سید عبداللہ بن سید السادات سید فتح اللہ بن سید السادات سید نور محمد بن سید السادات سید امجد بن سید السادات سید غیاث الدین بن سید السادات سید بہاء الدین بن سید السادات سید داؤد بن سید السادات سید تاج الدین

نسب نامہ مادری حضرت مخدوم پاک علی احمدؒ صابرؒ

آپ کی والدہ مشفقہ کا سلسلہ نسب اسطرح شروع ہوتا ہے اسم مبارک آپ کا ہاجرہ عرف بی بی جمیلہ خاتون۔ دختر حضرت خواجہ سلیمان جمال الدین بن شیخ شعیب بن شیخ سلطان احمد بن سلطان محمد یوسف بن شیخ محمد اکبر بن احمد یوسف شاہ بن شہاب الدین بن علی عرف فرخ شاہ بادشاہ کابل۔ آپ کی والدہ صاحبہ کا نسب ساتویں واسطے میں فرخ شاہ بادشاہ کابل سے اور سترھویں واسطے میں حضرت ابراھیم بن ادھم بلخی سے ملتا ہے آپ شیخ صدیقی ہیں۔

حال ولادت باسعادت حضرت مخدوم پاکؒ

آپ کی پیدائش کا حال اسطرح سے ہے کہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ کے والد بزرگوار خواجہ سلیمان جمال الدین علیہ الرحمۃ نے اپنی دختر نیک اختر ہاجرہ عرف بی بی جمیلہ خاتون کا نکاح حضرت سیدنا عبداللہ قدس سرہٗ ہراتی کے ساتھ ۱۷ جمادی الثانی ۵۷۱ھ میں کیا اور گیارہ ماہ ربیع الاول ۵۹۲ھ شب پنجشنبہ کو صبح صادق کے وقت حضرت سیدنا مخدوم پاک کی ولادت باسعادت ظہور میں آئی۔

ؔ آپ کا نسب نامہ ماں کی طرف سے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہو

حضرت مخدوم پاک کا یتیم ہونا۔

حضرت مخدوم پاک کی عمر سات سال کی تھی کہ آپ دُرِّ یتیمی کو پہونچے یعنی آپکے پدر بزرگوار حضرت سیدنا عبداللہ علیہ الرحمتہ راہی خلد بریں ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مخدوم پاک کی والدہ ماجدہ کی بپتا

بعد وفات حضرت سیدنا عبداللہ قدس سرہ کے آپکی والدہ ماجدہ نے کچھ عرصہ تک نہایت تنگی سے گذر کی اور جب تیسرے چوتھے وقت نانِ خشک پر نوبت آپہونچی تب بخیال آپ کی پرورش کے ہرات سے پاک پٹن شریف اپنے حقیقی بھائی کے پاس تشریف لائیں۔ چنانچہ آخر ماہ شعبان ۶۱۰ھ ہجری میں حضرت بابا صاحب کے گھر پہونچیں اور عرض کیا کہ اے بھائی میرے چونکہ علی احمد یتیم ہوگیا ہے۔ پرورش فرمائیے اور تعلیم دیجئے۔ میں اس فرزند دلبند کو آپ کی غلامی کے واسطے لائی ہوں۔ آپنے فرمایا اے ہمشیرہ عزیزہ میں تمہارا نہایت احسانمند ہوا کہ تم نے ایسا سعادتمند فرزند مجکو دیا۔ انشاء اللہ بعد تعلیم علوم ظاہری کے تلقین طریقت سے بھی فیضیاب کرونگا۔ لہذا تین برس تک آپ کی والدہ صاحبہ نے اپنے بھائی کے یہاں قیام فرمایا حضرت بابا صاحب فرماتے ہیں کہ ان تین برس میں علاءالدین علی احمد نے مجھ سے علم ظاہری اسقدر تحصیل کیا کہ دوسرا لڑکا چھ سال میں حاصل کرتا۔ چنانچہ بعد تین سال کے آپکی والدہ مشفقہ نے قصد ہرات یعنی اپنے گھر جانیکا کیا اور وقت روانگی حضرت بابا صاحب سے بہت منّت کیساتھ عرض کیا کہ اے بھائی میرا علی احمد بھوکا نہ رہے اگر زندہ رہی تو انشاءاللہ بعد بارہ برس کے پھر یہاں آکر اسکی شادی کرونگی آپنے ان باتوں پر تبسم فرمایا اور حضرت مخدوم پاک کو آپکی والدہ کے روبرو بلاکر دستِ حق پرست پر بیعت کیا بفحوائے اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ترجمہ تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھسے۔ وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے۔ اور يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔ رمز سے آگاہ فرماکر سینہ بے کینہ کو آپنے اسرار معرفت الٰہی کا خزینہ اور نکات طریقت وحقیقت کا گنجینہ بنایا اور حکم دیا کہ صبح سے تم لنگر مساکین و فقرا کو تقسیم کیا کرو

اور باورچی خانہ کا انتظام تم ہی کیا کرو۔ آپ کی والدہ مکرمہ محترمہ یہ سنکر بہت خوش ہوئیں طبیعت کا ہراس دور ہوا اور باطمینان خاطر مقام ہرات اپنے گھر واپس تشریف لے گئیں۔ بابا صاحب قدس سرہٗ کا لنگر پانچویں محرم سنہ ۶۱۶ ہجری روز پنجشنبہ سے شروع ہوا تھا اور لنگر کا صرفہ عمر بن اسحاق علیہ الرحمتہ سردار بلدہ خشں ضلع خراسان ایک سال پہلے حساب کرکے روانہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے سنہ ۶۱۳ھ سے لنگر تقسیم کرنا شروع کیا۔ آپ کا ہمیشہ یہ قاعدہ رہا کہ بعد نماز اشراق لنگر تقسیم کرنے کو حجرہ سے باہر تشریف لاتے اور شام کو بعد نماز مغرب حجرہ کا دروازہ بند کرکے مشغول وظائف رہتے تھے جو کچھ حضرت پیر و مرشد سے تلقین ہوئے تھے۔ بارہ سال تک اس خدمت کو ادا کیا مگر خود روزہ رکھتے تھے اور اسقدر ریاضات و مجاہدات کئے کہ ایک لمحہ اپنے جسم اطہر کو آرام نہیں دیا۔

آپ کے القاب گرامی کی تحقیق

آپ کا اسم مبارک علی احمد اور القاب گرامی علاؤالدین مخدوم و صابر ہیں۔ آپکو لقب صابر آپ کے پیر و مرشد حضرت بابا فریدالدین شکر گنج قدس سرہٗ نے عطا فرمایا تھا جیسا کہ اوپر ذکر گذرا ہے لیکن لقب گرامی علاؤالدین کی وجہ تسمیہ کسی مستند اور معتبر کتاب میں درج نہیں ہے۔ غالباً آپ بوجہ اعلاء کلمات اللہ (جو اکثر آپ سے وقوع میں آئے ہیں) اس اعلٰی اور اشرف لقب سے ملقب ہوئے ہوں اور مخدوم کا لقب آپ کو اپنے پیر و مرشد کے لنگر خانہ کی خدمت کے صلہ میں عطا ہوا۔ غرضیکہ آپ علی احمد علاؤالدین مخدوم صابر کے نام سے زبان زد خلائق و مشہور انام ہیں۔

حضرت مخدوم پاک کی والدہ ماجدہ کا آزردہ ہونا

لکھا ہے کہ جب حضرت مخدوم پاک کو اپنے ماموں حضرت بابا فریدالدین قدس سرہٗ کے پاس رہتے ہوئے ایک زمانہ گذرا تو آپ کی والدہ مشفقہ رابعہ زمانہ کا دل شوق دیدار پسر میں بیقرار ہوا اور فرزند ارجمند کے دیدار فیض آثار کیلئے عزم سفر کیا۔ چنانچہ سنہ ۶۱۱ھ میں مقام پاک پٹن تشریف لائیں اور صاحبزادے کے رخ لالہ گوں کو زعفرانی دیکھا اور جسم مبارک پر بجز پوست کہیں نام کو گوشت

نہ پایا تو ششدر رہ گئیں۔ اور اُسی عالم میں حضرت دستگیر برنا و پیر مخدوم پاک روشن ضمیر کا ہاتھ پکڑ کر خدمت بابرکت حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ میں حاضر ہوئیں۔ اور آبدیدہ ہو کر یہ الفاظ زبان مبارک پر لائیں کہ اے بھائی میں نے بہت عجز و انکساری سے عرض کیا تھا کہ میرے علی احمد کو بھوکا نہ رکھنا۔ آپ کے لنگر خانہ کی بدولت صدہا لوگوں کی پرورش ہوتی ہے۔ ہزاروں بندگان بارگاہ صمدیت و مقبولان جناب احدیت توشہ خانہ عالی متعالی سے شکم سیر ہوتے ہیں کیا میرے دُرِ یتیم کا اِس اکلِ حلال میں کچھ حصّہ نہ تھا۔ جب حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ کو اپنی پیاری بہن کی محبت آمیز باتیں گوش گذار ہوئیں تو زبان فیض ترجمان سے یہ ارشاد فرمایا کہ اے بی بی جمیلہ خاتون میں تمہیں اور تمہارے فرزند ارجمند کو نہایت محبت اور پیار کرتا ہوں چنانچہ تمہارے سامنے ہی لنگر تقسیم کرنیکا حکم دیدیا تھا اور باورچیخانہ کا اہتمام بالکل علاءالدین علی احمد کے سپرد کر دیا تھا پھر کھانا کھانے سے کیونکر محروم رہے جب حضرت بابا صاحب کا یہ ارشاد ہوا تو حضرت مخدوم پاک نے عرض کیا کہ اِس ناچیز کو حکم صرف تقسیم طعام ہوا تھا اپنے پیر دستگیر کی بغیر اجازت کھانیکی جرأت کیونکر کر سکتا تھا۔ بابا صاحب نے یہ سنکر فرمایا کہ ہمارا علاءالدین صابر ہے اور فرمایا کہ آ میرے سینے سے لپٹ جا۔ اب کیا تھا۔ تمام دولت و نعمت ظاہری و باطنی سے آپ کا سینہ معمور ہو کر مخزن اسرار آلہی بنگیا۔ اور اُس روز سے حضور کا خطاب صابر ہو گیا۔

حضرت مخدوم پاک کا عقد نکاح اور اہلیہ کی وفات

حضرت امام العاشقین سلطان العارفین بابا فریدالدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ والدہ علی احمد نے مجھ سے سوال عقد نکاح علاءالدین کا میری چھوٹی دختر خدیجہ بیگم عرف شریفہ بنت بی بی خاتون دختر سلطان غیاث الدین سے کیا۔ میں نے ہرچند سمجھایا کہ مخدوم صابر شادی کے قابل نہیں ہے۔ ہر وقت جذبۂ آلہی میں رہتا ہے۔ دنیا کی طرف التفات نہیں کرتا مگر انہوں نے نہ مانا اور جواب دیا کہ میں بیوہ ہوں اور لڑکا میرا یتیم ہے آپ اِسوجہ سے انکار کرتے ہیں یہ بات سنکر کہ ہمشیرہ عزیزہ کی دلشکنی نہو۔ رسوم نکاح کی اجازت دیدی اور سید علاءالدین کو درجہ فرزندی

عقد کیا۔ چنانچہ اکیسویں ماہ شوال ۶۱۲ھ کو مخدوم پاک کا نکاح ہوا۔ اور نکاح سے چار ماہ بعد یعنی ماہ محرم ۶۱۳ھ میں انکی اہلیہ کا انتقال ہوگیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

فضائل حضرت مخدوم علی احمد صابرؒ

اے سرگروہِ اولیا مخدوم صابر کلیری
اے عارفوں کے پیشوا مخدوم صابر کلیری

اے شاہِ عالی مرتبت اے جاہ والا منقبت
دریائے فیض سرمدی۔ مخدوم صابر کلیری

سلطان کلیر تم ہی ہو مقبولِ داور ہو تم ہی
اے نورِ چشم مصطفیٰ مخدوم صابر کلیری

اے دستگیرِ بیکساں اے چارۂ دردِ نہاں
اے خواجۂ حاجت روا مخدوم صابر کلیری

پھر کرکے ہر سو تشنہ لب آیا ہوں تیرے در پہ اب
دے جامِ اُلفت کا پلا مخدوم صابر کلیری

حافظ غریب و ناتواں تڑپے ہے اب تو نیم جاں
کر رحم تو بہر خدا مخدوم صابر کلیری

صاحبِ اقتباس الانوار آپ کے حالات طیبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ محویت وفنا کے جنگل کے شیر وہ لا احصیٰ ثنا علیک کے بن کے غضنفر و متخلص باخلاق اللہ وہ متصرف بتصرفات اللہ وہ اسرار ربانی کے موافق وہ پروردگار کے عرفان و معرفت کے عارف۔ وہ ظاہر کرنے والے اسرار عشق و محبت خدا کے قادر حضرت مخدوم صابر بابا فریدالدین صاحب قدس سرہ کے محبوب ترین خلفاء نامدار و عمدہ ترین یاران نامدار اور آپ کے حقیقی بھانجے اور دامادی کی نسبت بھی رکھتے تھے اور ارادت و اعتقاد میں اکثر نامور یاروں سے اعلیٰ و اسبق رہے اور خدائے بزرگ و برتر کی جناب میں غلبہ استغراق کے سبب سے دنیا داروں کی طرف ہرگز رُخ نہیں کرتے تھے چنانچہ لکھا ہے کہ آپ نے ابتدائے حال میں اسقدر ریاضت و مجاہدات و ترک تجرید اختیار کر رکھا تھا کہ تمامی قیودات صوری و معنوی سے آزاد و بے نیاز تھے۔ اور آزاد طور افراد وحش زندگانی بسر فرماتے تھے۔ لکھا ہے کہ

جب مخدوم پاک قدس سرہ حضرت بابا فریدالدین صاحب علیہ الرحمت کی خدمت سراپا رحمت میں ہوکر درجہ کمال کو پہونچے تو آپ کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسم اعظم تلقین فرماکر

اور خلافت دیکر دہلی میں قیام کرنے کا حکم دیا مگر یہ فرمایا کہ اس اجازت نامہ کو ہانسی جاکر پہلے شیخ جمال ہانسوی کو دکھا لینا اس کے بعد دہلی جانا۔

حضرت مخدوم پاک کا ہانسی تشریف لیجانا اور حضرت شیخ جمال الدین صاحبؒ سے ملاقات کرنا

جب حضرت مخدوم پاکؒ ہانسی پہونچے اور مثالِ خلافت دہلی کو حضرت شیخ جمال کے ہاتھ میں دیکر اسیوقت دستخط کر دینے کی درخواست کی تو شیخ جمال نے فرمایا کہ اسقدر جلدی کیا ہے صاحبِ ولایت دہلی کو بردبار ہونا چاہئے۔ حضور نے غلبۂ حال میں بے نیازانہ جواب دیا۔ اسپر چراغ لائے اور مثالِ خلافت کو کھولا۔ ہوا کے جھونکے سے چراغ گل ہو گیا۔ حضور مخدوم پاک نے اپنی کرامت سے چراغ روشن کر دیا۔ حالانکہ شیخ جمال بھی صاحبِ جمال و کمال تھے۔ مگر غیرتِ بشری سے صبر نکر سکے اور مثال خلافت کو چاک کر ڈالا۔ حضور مخدوم پاک چونکہ عین مظہرِ جلال تھے۔ تاب لا نہ سکے اور یہ کلمہ زبان پر آگیا۔ ع کہ من سلسلۂ ترا بریدم۔ یعنے میں نے تیرے سلسلہ کا اجراء بند کر دیا۔ چنانچہ جیسا زبان مبارک سے نکلا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا یعنی حضرت شیخ جمال کا صاحبزادہ کلاں جو لائق سجادہ تھا انہی دنوں دیوانہ ہو گیا۔ اور چھوٹے صاحبزادے شیخ برہان الدین آخر وقت تک باپ کی خدمت میں حاضر رہے لیکن ہر چند شیخ جمال صاحب نے چاہا کہ مرید کر کے خلیفہ بناؤں مگر کچھ نہ فرما سکے۔ لہذا حضرت شیخ جمالؒ سے سلسلۂ مشائخ جاری نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ سلسلۂ چشتیہ عالیہ دو ہی ناموں سے مشہور ہوا۔ صابریہ اور نظامیہ۔ جب حضرت شیخ جمال علیہ الرحمۃ کی وفات ہو گئی تو صاحبزادہ برہان الدین حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ مگر آخیر وقت اُن کو بھی وہی قصہ پیش آیا کہ اپنے صاحبزادہ کو خلیفہ اور جانشین نکر سکے لہذا اُن کے صاحبزادے حضرت شیخ جمال قطب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت قطب الدین منور نے حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی قدس سرہ کے حضور میں حاضر ہو کر شرف ارادت

حاصل کی اور خلافت پائی جن سے سلسلہ نظامیہ جاری ہوا۔

لکھا ہے کہ جسوقت مقام ہانسی میں حضرت شیخ جمال الدین صاحب قطب ہانسوی اور حضرت مخدوم پاک قدس سرہٗ میں باہم تکرار و تنازعہ واقع ہو رہا تھا اسوقت حضرت امام العاشقین بابا فریدالدین صاحب قدس سرہٗ نماز مغرب کا وضو فرما رہے تھے۔ تھوڑی دیر سکوت میں رہکر فرمایا کہ دین کے دو پہلوان آپس میں لڑ رہے ہیں۔ خدا خیر کرے۔ لہذا چند یوم کے بعد حضرت مخدوم پاک جناب پیر روشنضمیر حضرت بابا صاحب کی خدمت سراپا رحمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ جب جمال باکمال نے تمہارا قطبیت نامہ چاک کیا تو تم نے بھی اپنی زبان سے کچھ کہا تھا۔ عرض کیا کہ میں نے بھی طیش میں آکر یہ کہا تھا کہ تم نے میرے فرمان قطبیت کو پھاڑ ڈالا میں نے تمہارے سلسلہ کو توڑ ڈالا۔ فرمایا کہ اول سے یا آخر سے۔ کہا اول سے۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ دین کے پہلوانوں کا تیر خطا نہیں کرتا ہے۔ لیکن خیر ہوئی کہ تم نے اول سے کہا اور آخر سلامت رکھا اور اپنے بھانجے و داماد مخدوم پاک پر بہت ہی مہربانی فرماکر کہا کہ جو کاغذ شیخ جمال نے چاک کر دیا ہے وہ تو درست ہو نہیں سکتا لیکن میں اس سے بہتر کاغذ لکھکر تم کو دونگا۔ خاطر جمع رکھو۔ چند روز بعد آپنے اپنے دست مبارک سے قصبہ کلیر کی ولایت کا فرمان لکھکر عطا فرمایا۔ بعد عطاء خرقہ خلافت آپ کو اور آپکے ہمراہ علیم الدابدال کو بمقام کلیر شریف روانہ کیا۔ آپ اسم اعظم کا ورد کرتے ہوئے کلیر شریف میں جلوہ افروز ہوئے۔ اور اُس خطہ کو نور ولایت سے منوّر فرمایا اور مساۃ گلزار دبی بنت عبدالصمد انصاری کا پسر بہاءالدین بن ہارون احمد و جمال روغن گر آپکو دیکھتے ہی معتقد ہو گئے۔ آپ نے بہاؤالدین کے یہاں قیام فرمایا۔ لکھا ہے کہ اُس زمانہ میں شہر کلیر خوب آباد تھا۔ علماء و فضلاء اور امراء کا منبع تھا۔ اور چار سو رئیس ایسے آباد تھے جو پالکی میں سوار ہو کر جمعہ کی نماز پڑھنے بھمراہی وزراء و فقراء و علماء مسجد کلیر شریف میں آیا کرتے تھے۔ نمازیوں کا ہجوم بہت ہوتا تھا۔

حضرت مخدوم پاکؒ کی کراماتِ عالی

رقم کس طرح مدحت آپکی یا شاہ کلیر ہو
سراپا مظہرِ نورِ نبی ہو شانِ حیدر ہو

ولایت ہند کی دی جسکے قبضہ میں پیمبر نے
اُسی تیغ مہند کے شہا تم اصل جوہر ہو

سجا کر کشتیٔ مہ انجمِ زریں سے فلک لائے
کہو خورشید سے آکر فدائے قبرِ انور ہو

شہِ اجمیر خود تحسین فرماتے ہیں کیا کہنا
قناعت میں ریاضت میں کوئی کب تیری ہمسر ہو

علی احمد ہے نام پاک صابر ہے لقب پایا
مراتب میں بڑے تم ہو شان کے اللہ اکبر ہو

فضائے روضۂ عالی برنگِ باغِ جنت ہے
تو پھر نہرِ رواں میں کیوں نہ لطف حوضِ کوثر ہو

زیارت سے مشرف چشمِ ظاہر بھی رہے مردم
نظر کے سامنے آٹھوں پہر درگاہِ کلیر ہو

نہیں ممکن نہ پہنچے منزلِ مقصود پر چشتی
مریدوں کے تم اپنے رہنما ہو خضرِ رہبر ہو

بہت بیتاب ہوں فرقت میں میرا کام ہوتا ہے
رخِ پُر نور دکھلا دو قرارِ قلبِ مضطر ہو

جو اے زائر تمنائے حیاتِ جاودانی ہے
مٹا کر ہستی موہوم خاکِ راہِ کلیر ہو

لکھا ہے کہ حضرت مخدوم پاک بروز جمعہ نماز کیلئے جامع مسجد میں پہلی مرتبہ تشریف لیگئے اول صف میں ممبر کے پاس جا بیٹھے۔ جب اور لوگ نماز کو آئے اپنی جگہ خالی نہ دیکھی آپسے کہا کہ یہاں سے اُٹھکر دوسری جگہ بیٹھ جائیے آپ وہاں سے اُٹھکر دوسری جگہہ جا بیٹھے۔ الغرض اسیطرح جو رئیس و امیر مسجد کے اندر آتا تھا آپ کو پیچھے ہٹاتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کو نہایت تکلیف کیساتھ مسجد سے باہر کر دیا آپ اژدہام خلائق سے بہت پریشان ہوئے۔ کوئی بھی آپ کا پرسان حال نہوا۔ اِس کیفیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جامع مسجد میں علماء مشائخ اور امیر و وزیر وغیرہ کے مصلّے حسب مراتب پہلے ہی سے قائم ہونگے۔ ہر کوئی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھتا ہوگا۔ لہذا آپ مسجد سے باہر تشریف لے آئے اہل مسجد کو ہدایت فرمانے لگا اور بہاء الدین و جمال روغن گر جو آپسے بہت ہی محبت رکھتے تھے باواز بلند کہنے لگے کہ اے لوگوں آپ اِس شہر کے صاحب ولایت ہیں آپکی فرمانبرداری تم

سب پر لازم ہے۔ اِس کلام کے سنتے ہی اُس ناعاقبت اندیش جماعت نے یکبارگی شورش کرکے کہا کہ یہہ کیونکر معلوم ہو کہ آپ یہاں کے صاحبِ ولایت ہیں۔ صاحب ولایت کی واسطے کچھ دلیل و نشانی چاہیئے۔ حضرت مخدوم پاک نے فرمایا کہ فقیر نے اپنے پیر و مرشد سے خلافت نامہ حاصل کیا ہے اور اسی سند سے ہدایت و تعلیم طریقت کی کرتا ہے۔ یہ بات سنکر سب خاموش ہو گئے مگر امیر کلیر نے آپسے سوال کیا کہ اگر واقعی آپ یہاں کے صاحب ولایت ہیں تو ہماری بکری جسکا نام حرمنہ ہے اور تین ماہ سے گم ہو گئی ہے اُسکا پتہ بتائیے کہ وہ کہاں گئی اور کس کے پاس ہے تب ہم جانینگے کہ آپ سچے صاحبِ ولایت ہیں اور ہم سب آپکے مطیع ہو جائینگے۔ اسیوقت آپنے فرمایا کہ بکری کے کھانے والو حاضر آؤ۔ چنانچہ اُسیوقت بہ ارشاد حضور ستائیس ۲۷ آدمی شہر کلیر میں سے نہایت پریشان حال گھبرائے ہوئے حاضر ہوئے آپنے فرمایا کہ تم نے قیام الدین کی بکری کس جگہ ذبح کرکے بھون کر کھائی بیان کرو۔ وہ منکر ہوئے اور صاف جواب دیا کہ آپ ہمارا پردہ ضرور فاش کردیں آخر آپنے امیر سے فرمایا کہ تم اپنی بکری کا نام لیکر آواز دو۔ اُس نے باآواز بلند حرمنہ کہکر پکارا فوراً اُن لوگوں کے پیٹ میں سے جدا جدا آواز آئی کہ میرا سر فلاں فلاں کے پیٹ میں ہوں اِن سب نے میرا گوشت بھون کر کھایا ہے اور ہڈیاں چاہ صدرق میں ڈالدی ہیں۔ شہر کلیر میں صدرق نامی ایک کوچہ تھا۔ امیر ذموان نے وہ کنواں نہایت گہرا کھدوایا تھا جسپر امیر کا عتاب ہوتا اُسکو اُس کنوئیں میں ڈلوا دیا کرتا تھا اِس لئے اُسے چاہِ صدرق کہتے تھے قاضی تبرک نے امیر سے کہا کہ تم بہک گئے اور دھوکہ کھا گئے یہ تو کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ قاضی کے کہنے سے امیر کلیر بھی بدگمان ہو کر کہنے لگا کہ واقعی آپ صاحبِ ولایت نہیں بلکہ جادوگر ہیں حضرت مخدوم پاک قدس سرہ نے تبسم کرکے فرمایا کہ الحمدللہ آج سنت حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اس فقیر عاصی سے بھی ادا ہوئی۔ یہ فرماکر جامع مسجد سے باہر قیام گاہ پر تشریف لیگئے۔ اور تمام حال حضرت نے اپنے پیر و مرشد گنجِ شکر میں

بدست علیم اللہ ابدال ارسال فرمایا۔ اُسپر حضرت بابا صاحب نے قاضی تبرک کے نام ایک فتویٰ روانہ کیا جو علیم اللہ ابدال نے قاضی تبرک کے پاس پہونچا دیا۔ لیکن قاضی تبرک نے اس فتوے متبرکہ کی مطلق پروانہ کی۔ اور چاک کرکے واپس کردیا۔ اور جواب میں لکھا کہ تمہارے خلیفہ کو ہم کیوں امام بنائیں۔ حضرت بابا صاحب نے چاک شدہ نامہ کو دیکھکر ایک نامہ امیر کلیر کو تحریر فرمایا کہ تجھکو خداوند کریم نے والیِ شہر بنایا ہے اور مخدوم علی احمد کو امام مقرر فرمایا ہے۔ بہتر ہے کہ تم سب مخدوم پاک کی فرمانبرداری کرو اور ہمیشہ مطیع رہو۔ ورنہ پشیمان ہوگے۔

جب یہ فرمان علیم اللہ ابدال نے امیر کلیر کو دیا تو قاضی نے سنکر امیر کو مشورہ دیا کہ یہ سب باتیں غلط ہیں اور نامہ کو چاک کرکے حضرت مخدوم پاک کی خدمت میں بھجوا دیا۔ چنانچہ پھر مخدوم پاک نے حضور بابا صاحب کی خدمت میں ایک عرضداشت روانہ کی۔ کہ حضور انور پر تمام حال روشن ہے۔ جلد اس صدمۂ عظیم سے رہائی دلوائیے ورنہ فقیر کی بیماری طول پکڑ جائیگی۔ حضرت بابا صاحب نے قاضی تبرک اور امیر کلیر کی یہ حرکتیں دیکھکر مخدوم پاک کو تحریر فرما دیا کہ بحکم خدا ولایت کلیر تمہاری بکری ہے۔ چاہے اسکا گوشت کھاؤ اور چاہے دودھ پیو۔ پس جب یہ پروانہ آپکے پاس پہونچا تو آپ پڑھکر خوش ہوئے۔

جلال صابری

دوسرے جمعہ کو پھر آپ نماز جمعہ کے واسطے جامع مسجد میں تشریف لیگئے تو وہی کیفیت سابقہ پیش آئی۔ کسی نے جگہ نہ دی۔ اور مسجد سے باہر نکال دیا۔ لکھا ہے کہ جب سنتیں قبل الجمعہ پڑھکر لوگ فارغ ہوئے اور امام نے خطبہ شروع کیا تب آپنے مسجد کی طرف چشم غضب سے دیکھکر فرمایا کہ سب نے تو نماز پڑھی اور تو نے ہنوز سر نہیں جھکایا۔ آپکا اتنا فرمانا تھا کہ مسجد آپڑی اور وہ سب ہلاک ہوگئے۔ کلیر شریف میں غل مچگیا۔ اسوقت حضور اقدس کی زبان مبارک سے یہ کلمات صادر ہوتے تھے۔

یَا ھُوْ یَا مَنْ لَّیْسَ لَہٗ اِلَّا ھُوْ حَقْ حَقْ ۔

اِس واقعہ سے جب تمام کلیر میں حشر برپا ہوا اور ہر ایک اپنے اپنے عزیز و اقارب کی تلاش میں گھبرایا ہوا پھرنے لگا تو مساۃ گلزار دی دوڑی ہوئی حضرت کے پاس آئی اور رو کر عرض کرنے لگی کہ آپ کا غلام بہاء الدین میرا بیٹا بھی نماز کو آیا تھا آپ نے علیم اللہ ابدال سے فرمایا کہ نیچے کی سیڑھی کے نیچے ہے۔ نکال لاؤ۔ لہذا بہاء الدین کو حضرت علیم اللہ ابدال نکال لائے۔ باقیماندہ نے آکر عاجزی کی اور گستاخیوں کی معافی چاہی۔ حضور نے غلبۂ حال سے فرمایا کہ اب معافی مانگنی بیکار ہے۔ کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور وہ قبول ہو گئی کہ اِس قصبہ کے رہنے والوں میں سے کوئی زندہ نہ رہنے۔ میرے نزدیک یہاں کی ویرانی آبادی سے بہتر ہے۔ حضور کی زبان کے اثر سے اِسی سال وہاں وبائے عظیم پھیل گئی۔ تمام باشندے نیست و نابود ہو گئے اور شہر کلیر ویران ہو گیا۔ چنانچہ اب تک ویران پڑا ہے۔ مولانا محمد اکرم رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کا حال تحریر فرماتے ہیں (سنگہائے عمارتِ مسجد ہنوز بہما بجا افتادہ اند) یعنے اُس مسجد کے پتھر اب تک وہیں پڑے ہیں

حضور مخدوم پاک کی سیرت و خوارق

سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ قصبہ ویران ہونیکے بعد حضور مخدوم پاک اطمینان سے ریاضت مجاہدے میں مصروف رہتے تھے سماع سے بہت ذوق تھا۔ جو فرماتے تھے وہی ہو جاتا تھا۔ جذبہ بہت زیادہ تھا۔ کہتے ہیں کہ آپنے ذوق سماع میں رحلت فرمائی۔ اور دُنیا اور اہل دُنیا کی طرف ہرگز متوجہ نہوتے تھے۔ وحوش و طیور آپ کے انیس جلیس تھے اور آپ کا جلال اسقدر بڑھ گیا تھا کہ کوئی شخص آپ کے خوف سے حاضر نہو سکتا تھا جس جگہ آپ کی نظر پڑتی تھی۔ فوراً آگ لگ جاتی تھی۔ شیر آپ کے درِ دولت پر جاروب کشی کرتا تھا۔ سیر الاقطاب اپنے زمانہ کا حال لکھتے ہیں کہ اب بھی ہر شب جمعہ کو شیر آتا ہے اور اپنی دُم سے جاروب کشی کر کے باہر چلا جاتا ہے۔ مرآۃ الاسرار میں ہے کہ شاہان دہلی نے ہر چند قصبہ کلیر کا از سر نو آباد کرنا چاہا لیکن حضرت مخدوم پاک کی ولایت کے تصرف سے آباد نکر سکے۔

حضور مخدوم پاک بارہ سال کامل درختِ گولر پکڑے ہوئے ریاضتِ الٰہی میں کھڑے رہے

جب یہ خبر حضرت بابا صاحب کو پہونچی تو فرمایا کہ ہے کوئی جو صابر کو بٹھادے تب حضرت خواجہ شیخ شمس الدین ترک پانی پتی علیہ الرحمتہ نے عرض کیا کہ خادم جاکر بٹھادیگا۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب حضور مخدوم پاک کے حضور میں حاضر ہوئے اور عقب میں بیٹھکر گانا شروع کیا۔ آپنے آنکھیں کھولدیں اور بیٹھ گئے اور ارشاد کیا کہ اور کہو۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ اگر مجھکو خدمت میں رہنے کا حکم ہو تو خدمت کیا کروں حکم دیا اچھا۔ رہا کرو۔ لیکن ہمارے روبرو نہ آنا۔ جو کچھ کہنا ہوا کرے۔ ہمارے عقب سے کہا کرو چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا۔ یعنی پانی وضو کو اور گولر کھانے کو وقت افطار کے عقب سے لاتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ جب خواجہ صاحب گولر آپ کی خدمت میں لیجاتے تو حالت استغراق میں بیساختہ فرماتے کہ خدا کھانے پینے سے پاک ہے۔ بعد تھوڑی دیر کے جب آپکی طبیعت مخاطب دیکھتے تو عرض کرتے کہ حضور اقدس سے ایسے کلمات ظہور میں آئے۔ حضور فرماتے کہ نہیں نہیں۔ خدا خدا ہے اور بندہ بندہ ہے۔ بوستان معرفت میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ شمس الدین قدس سرہ صابر صاحب کی خدمت میں حاضر رہتے اور فوراً تعمیل ارشاد بجالاتے۔ اگر احیاناً تعمیل ارشاد میں کچھ بھی توقف ہو جاتا تو حضرت مخدوم پاک فرماتے کہ شمس اندھا ہو گیا۔ بمجرد فرمانے کے خواجہ قدس سرہٗ فوراً اندھے ہو جاتے۔ تب مخدوم پاک دعا فرماتے کہ یا رب العزت میرا تو ایک ہی شمس ہے۔ اسکو تو اچھا رکھنا۔ بمجرد اس دعا کے آپ فوراً اصلی حالت پر آجاتے تھے۔ دن رات میں ایسے واقعات چند مرتبہ ظہور پذیر ہوا کرتے تھے۔

حلیہ مبارک حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمتہ

حضرت خواجہ شمس الدین صاحب ترک پانی پتی قدس سرہٗ اور حضرت سید سلطان نظام الدین اولیاً محبوب الٰہی دہلوی بدایونی قدس سرہ نے باہم مشورہ کرکے حلیہ مبارک حضرت مخدوم پاک کا اپنی مکتوب نطاب میں اسطرح تحریر فرماتے ہیں۔ میانہ قد۔ راست اندام۔ لاغر و نحیف اندام۔ بزرگ سر۔ فرق مبارک پر تمام بال سیاہ جو ایام طفولیت سے تھے اور کبھی ترشائے نہ تھے۔ گوش فراخ بلند پیشانی کشادہ ابرو دراز سیاہ چشم دراز۔ بلند بینی۔ چہرہ درخشاں۔ عارض نورافشاں

باریک لب تنگ دہان کشادہ دنداں باریک زبان نہایت خوش الحان زیر زنخداں موئے
محاسن نہایت باریک و ملائم و سیاہ - دراز گردن - کشادہ شانہ بزرگ فراخ سینہ دراز
دست پنجہ طویل انگشت ناخن نہایت صاف و آبدار - پتلی کمر - درمیان سینہ و ناف کے
سیاہ بال - زیر شانہ راست مہر ولایت بخط باریک و سمدور بالفاظ ولی اللہ تحریر تھے
پائے مبارک راست نہایت موزوں - انگشت پا باریک و طویل -

لباس مبارک

محض تہ بند - خرقہ رنگین برنگ گل ارمنی ہوتا جب تک پاک پٹن شریف میں قیام پذیر
رہے تو کبھی کبھی کاہی عمامہ سر مبارک پر باندھ لیتے تھے - یوم ولایت سے نعلین نہیں پہنیں
اور جب سے آپ کلیر میں تشریف لائے کبھی کوئی کپڑا سر پر نہیں رکھا اور زیر پائے کف مبارک
سے لمعات انوار تاباں رہتے تھے -

حضرت خسرو رحمتہ اللہ علیہ کا حضرت مخدوم پاک کی خدمت میں حاضر ہونا

ایک روز حضرت امیر خسرو قدس سرہ نے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کی
خدمت بابرکت میں عرض کیا کہ حکم حضور ہو تو حضرت مخدوم پاک کی خدمت میں بھی قدمبوسی حاصل کروں
آپ نے بخوشی اجازت دی چنانچہ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمتہ کلیر شریف میں پہونچے اور حضرت
مخدوم پاک سے نیاز حاصل کیا - آپ امیر خسرو کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اے خسرو تیرے
شیخ کے کتنے مرید ہیں - عرض کیا - حضرت جی جتنے آسمان کے ستارے یعنی بیشمار ہیں - آپ نے
فرمایا ہمارا تو ایک شمس ہے یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت مخدوم پاک قدس سرہ ہفتہ عشرہ کے بعد
سبز پتوں یا گولریوں سے روزہ افطار فرمایا کرتے تھے جب کبھی خواہش ہوتی تو حضور اقدس کے
واسطے کچی گولریاں ابال لیا کرتے تھے اور اکثر یہی معمول تھا جس وقت امیر خسرو علیہ الرحمتہ حضرت
مخدوم پاک کے مہمان ہوئے تو بخیال امیر خسرو کے آپ نے خواجہ شمس الدین رح سے فرمایا کہ آج سے
گولریوں میں نمک ڈال دیا کرو - ایسا نہ ہو کہ خسرو اپنے شیخ سے جاکر شکایت کرے کہ صابر کے یہاں

میری کچھ خاطرداری نہ ہوئی۔

حضرت امیر خسرو نے چند یوم خدمت سراپا رحمت حضور مخدوم پاک میں رہکر فیوض ظاہری و باطنی حاصل کر کے رخصت طلب کی۔ بعد اجازت کے جب امیر خسرو روانہ ہوئے تو حضرت مخدوم پاک نے فرمایا کہ اے خسرو فقیر کے یہاں کا تحفہ یہی گولریاں ہیں۔ تھوڑی سی لیتے جانا۔ تیرا شیخ اگر دریافت کرے کہ کلیر سے کیا تحفہ لایا تو یہ دیدینا اور ہمارا سلام بھی کہہ دینا۔

الحاصل جب امیر خسرو دہلی میں حضرت شیخ الاولیا محبوب الٰہی قدس سرہ کی خانقاہ کے قریب پہونچے تو آپ امیر خسرو کی تعظیم کے واسطے خانقاہ سے باہر تشریف لائے۔ اور امیر خسرو کے ہاتھ اور آنکھیں چومنے لگے۔ اور جوش محبت میں آ کر فرمانے لگے کہ ان ہاتھوں سے تو نے بھائی صابر صاحب سے مصافحہ کیا ہے اور ان آنکھوں سے تو نے دیکھا ہے۔ میں کیوں نہ تجھپر قربان ہو جاؤں۔ یہ تعظیم و تکریم خسرو کی نہیں تھی بلکہ حضرت صابر صاحب کی تعظیم و تکریم تھی۔ اللہ اللہ کیسی محبت اور اخلاص تھا۔ غرضکہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا قدس سرہ نے باتیں دریافت کیں امیر خسرو نے جو کچھ دیکھا تھا اور کیفیت سنی تھی من و عن بیان کی۔ آپنے فرمایا بھائی صابر کے ہاں سے کچھ تحفہ بھی لائے۔ عرض کیا اور تحفہ جو لائے تھے پیش کیا اور کہا مجھ سے بہت خوش ہوئے اور دعا دیکر تھوڑی سی گولریاں بھی عطا فرمائیں ہیں اور آپ کو سلام بھی فرمایا ہے۔ آپ گولریاں دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ اہل مجلس کو گولریاں تبرکاً تقسیم کیں اور خود بھی تناول فرمائیں۔ صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہ حضرت مخدوم پاک کے ہمعصر تھے اور آپسے بہت ہی محبت رکھتے تھے اور شیخ الاولیا سے چند سال پیشتر آپنے انتقال فرمایا ہ

یہ مظہر جمال ۔ وہ شان جمال ہیں ۔ توحید کے مقام میں عین وصال ہیں
محبوب پاک یہ ہیں ۔ وہ مخدوم پاک ہیں ۔ یہ ہیں نظام دین ۔ وہ صابر خصال ہیں
گروہ ہیں بچہ شبیر ۔ تو گنج شکر ہیں یہ ۔ شبیر و شکر کو دیکھئے کیا انصال ہیں

دونوں ہیں اہلِ جنت کا سرمایۂ حیات
یہ ہیں نسیم روح وہ آبِ زلال ہیں

ہیں نورِ چشم دونوں فریدِ جہاں کے
وہ ماہِ عشق ہیں تو یہ مہرِ جمال ہیں

دونوں کے برگ و بار سے شاداب ہند ہے
مسعود وہ چمن یہ چمن کے نہال ہیں

دونوں کے اسمِ پاک میں احمد کا ہے ظہور
یا حسنِ احمدی کے یہ دو خط و خال ہیں

دونوں کی ذات سے جو شکر باریاں ہوئیں
گنج شکر کے فیض کے یہ سب کمال ہیں

خوش قسمتی سے بندۂ چشتی پہ دیکھئے
الطاف دونوں شاہوں کے مبذول حال ہیں

چشتی لاہوری

حضرت مخدوم پاک کے مرید خواجہ شمس الدین علیہ رحمۃ کی کرامات

ایک روز حضرت مخدوم پاک قدس سرہ نے خواجہ شمس الدین سے فرمایا کہ سلطان علاء الدین خلجی ملک دکن قلعہ امیر پر عرصہ دراز سے لڑ رہا ہے۔ فتح نہیں ہوتا۔ تمہاری وہاں سے فتح ہوگا۔ وہاں جاؤ۔ کیونکہ تمہارے رہنے کی یہاں اجازت نہیں ہے۔ خواجہ صاحب نے کمال آزردگی سے عرض کیا کہ حضور اقدس کی قدمبوسی پھر کب حاصل ہوگی۔ آپنے فرمایا کہ تمہارے پیچھے ہمارا وصال ہوگا لیکن بعد انتقال کے بھی انشاء اللہ ہم تم سے ملینگے عرض کیا کہ خادم کو کیسے معلوم ہوگا۔ فرمایا جس روز تم سے کرامت ظہور میں آئیگی اسی روز ہمارا وصال ہوگا۔ چنانچہ اسی دن بحکم پیر روشن ضمیر ملک دکن میں اسم اعظم شریف کا ورد کرتے ہوئے دوسرے تیسرے دن مقام جنگ پر پہونچے اور فوج شاہی میں بھرتی ہوگئے کہتے ہیں کہ شاہی خیمے جو میدان جنگ میں کھڑے تھے بارش وغیرہ کی وجہ سے ان کے رسے گل گئے تھے سلطان نے سوت مہیا کرنے کا حکم دیا تھا کہ نئے رسے تیار کئے جاویں فوراً ملازمان سوت کی تلاش میں چاروں طرف روانہ ہوئے۔ لکھا ہے کہ شاہی سپاہی ایک گاؤں میں پہونچا اور حکم سلطانی سُنایا کہ اسقدر سوت کی ضرورت ہے لوگ گھبرائے اور مشورہ کرنے لگے۔ اس قوم میں ایک جلی تھا۔ اس نے سب کو تسلی دی اور کہا کہ تم

نہ گھبراؤ میں انشاءاللہ اسکا انتظام کردونگا۔ ملازم ساتھ ہولیا۔ وہ بزرگ اپنے گھر پہونچے ایک نلی سوت کی سوجبہ ہانڈی میں ڈالکر اسکے منہ پر کپڑا باندھکر ایک سوراخ کر کے نلی کے سوت کا سِرا باہر نکالکر سپاہی کے پاس لائے اور فرمایا کہ بھائی اسکو بیچا اور جسقدر جی چاہے تاگہ کو کھینچ کر رسّے بنالو۔ انشاءاللہ تعالیٰ اسکا سوت کم نہوگا۔ ملازم اس سوجبہ ہانڈی کو لے آیا اور لشکر میں آکر کھینچنا شروع کیا تو سوت کے ڈھیر لگ گئے اور کم ہونے میں نہ آیا اس کرامات کی خبر سلطان کو پہونچی سلطان نے جو کرامات کا مشاہدہ کیا فوراً پیادہ اُن بزرگ کی خدمت میں پہونچا اور بعد حصول قدمبوسی کے عرض کیا کہ میری فتحیابی کیلئے دعا کریں۔ فرمایا جو کچھ میرے لائق خدمت تھی ادا کرچکا۔ فوج شاہی کا خدمتی میں نہیں ہوں۔ یہ خدمت جس کے سپرد ہے وہ فوج میں آ گیا ہے اُس سے دعا کے خواستگار ہو اگر وہ دعا کرے تو انشاءاللہ ضرور فتح ہوگی سلطان نے لاعلمی بیان کی۔ فرمایا کہ ایک روز رات کو بارش اور آندھی زور کی آویگی۔ یہانتک کہ تمام تنبو اور ڈیرے گر جائینگے مگر ایک خیمہ جو صاحب خدمت کا ہے سلامت رہیگا۔ اور اُسی میں چراغ روشن ہوگا۔ اُسوقت تم تکلیف گوارا کروگے تو ضرور اہل خدمت سے ملوگے سلطان واپس آکر وقت مذکورہ کے منتظر رہے۔ الغرض وہ وقت آیا اور جسطرح اُن بزرگ نے فرمایا تھا۔ بارش آئی اور ہوائے تند چلی۔ تمام خیمے گر گئے سلطان فوراً صاحب خدمت کی تلاش میں ہر چہار طرف پھرنے لگا۔ ایک ڈیرہ میں چراغ جلتا نظر آیا کچھ تپش دل کم ہوئی۔ قریب جاکر دیکھا تو خواجہ شمس الدین علیہ الرحمتہ تلاوت قرآن شریف میں مشغول ہیں۔ خاموش کھڑا ہو گیا جب خواجہ صاحب نے اوپر دیکھا سلطان سلام کر کے ملتجی دعا کا ہوا آپنے دربار الٰہی میں ہاتھ اٹھاکر دعا کی کہ جاؤ انشاءاللہ کل صبح تمہارا لشکر فتحیاب ہوگا۔ چنانچہ حسب ارشاد دوسرے روز افواج شاہی نے یکلخت حملہ کر کے قلعہ امیر کو فتح کرلیا۔ تمام فوج میں آپکی کرامت کے چرچے ہوئے اب آپ کو پیر روشنضمیر حضور مخدوم پاک کا فرمان انتقال یاد آیا۔ ملازمت ترک کی اور کچھ پارچہ خرید کیا اور کلیر شریف روانہ ہوئے۔

وصال حضرت مخدوم پاکؒ

نفس اندر جو جاتا ہی وہ ہوتا ہی رواں واپس
جدھر سے آئے تھی۔ ہونا ہی ہکو بھی وہاں واپس

تعالی اللہ! کیا رتبہ ہی کیا درجہ ہے صابر کا
بلائے آسمانی کو کرے۔ بر آسماں واپس

ازل کے ملک سے آئے تھے پاس کس کس امنگوں سے
بحسرت جا رہے ہیں کاروان کے کارواں واپس

کرو مستانہ وار اُس سے دعا اے عاشقو ملکر
نہیں ہوتی کبھی واں سے دعائے عاشقاں واپس

جو چشتی ہے بہشتی ہی یہی ہے التجا میری
نکرنا اپنے چشتی کو ز فردوس و جناں واپس

حضرت شمس تھوڑی ہی دور شہر سے چلے تھے کہ آپکے ٹھوکر لگی اور مُنہ کے بل زمین پر گر پڑے اور گھبرا کر جو اُٹھے تو اپنی آپکو خطہ کلیر شریف میں پایا حضرت مخدوم قدس سرہٗ کی قیام گاہ کے قریب پہونچے۔ دیکھا کہ برقِ جلال بصورت شمشیر لاش مبارک کے ہر چہار طرف گردش کر رہی ہے جسوقت وہ تلوار حملہ آور ہوئی آپنے اپنی آستین کو ہاتھ سے باہر بڑھا دیا۔ تلوار نے اپنا وار کیا اپنے آستین کو تراش کر غائب ہوگئی کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ شمس الدین صاحب کی اولاد میں یہ نشانی چلی آتی ہے کہ ایک ہاتھ کی آستین چھوٹی ہو جاتی ہے۔

الغرض آپ تلوار کی سلامی کر کے آگے بڑھے تو دیکھا کہ لاش مبارک کے آگے شیر بیٹھا ہے وہ آپ کو دیکھتے ہی جنگل کو چل دیا۔ آپنے حضرت مخدوم پاک کے جسم مطہر کو غسل دیکر کفنایا اور جنازہ تیار کر کے جانماز بچھائی اور منتظر تھے کہ کوئی دوسرا آدمی ہوتا تو جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتا۔ اتنے میں ایک اسپ سوار صابری لباس زیب تن کئے مُنہ پر نقاب ڈالے مغرب کیطرف سے آکر جانماز پر کھڑا ہو گیا اور نماز جنازہ پڑہائی۔ خواجہ شمس الدین نے جو لبعد سلام کے پیچھے دیکھا تو ہزارہا مقتدی نماز میں شامل پائے۔ سب نے ملکر جنازے کو دفن کیا اور روانہ ہوئے۔ لکھا ہے کہ جب امام صاحب اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلنے لگے تو خواجہ شمس الدین رحؒ نے گھوڑے کی باگ پکڑ کر مُنہ سے نقاب اُلٹ دیا۔ دیکھا تو حضرت مخدوم پاک خود ہی ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت خواجہ شمس الدین رحؒ نے حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمتہ سے فنا اور بقا کا راز دریافت کیا تھا آپنے فرمایا تھا کہ ہاں

کیوقت ظاہر کردیا جاویگا۔ چنانچہ بعد وصال کے جب آپنے جنازہ کی نماز پڑھائی اور گھوڑے پر سوار ہوکر چلنے لگے اور خواجہ صاحب نے باگ پکڑ کر نقاب اُلٹ دیا اور پہچانا کہ حضور اقدس خود ہی ہیں تو وہ مسئلہ فنا و بقا کا یاد آیا۔ عرض کیا کہ حضرت اقدس مسئلہ فنا و بقا ظاہر نفرمایا آپنے اپنی قبر کی جانب اشارہ کرکے کہا کہ اے شمس الدین وہ فنا ہے اور یہ بقا ہے۔ الحمدللہ کہ آج وہ وعدہ بھی وفا ہوا کہ بعد انتقال کے ہم تم سے ملینگے۔ آپکا وصال ۱۳۔ ربیع الاول ۶۹۰ھ بروز پنجشنبہ واقع ہوا۔ لفظ مخدوم آپ کی تاریخ وفات ہے جس سے عدد ۶۹۰ حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپکی ایک مختصر مگر جامع تاریخ حسب ذیل ہے۔

قطعہ تاریخ وفات حضرت مخدوم پاک

چو صابر ز دنیائے دوں رخت بست ۔۔۔ شدہ رونق افزا بخلد قدیم
شد از لفظ مخدوم ۶۹۰ وصلش عیاں ۔۔۔ دگر کن رقم متقی سلیم

صاحب خیالات عشاق نے لکھا ہے کہ موت عام لوگوں کی اور ہے اور خاص لوگوں کی اور ہے یعنی عام کی جو موت ہے وہ موت ہے اور خاصوں کی موت بقائے حق ہے۔ بس موت اُس کے واسطے ہے جو حق سے دور ہے اور جو حق سے نزدیک ہے اُسکی مثال پُل پر سے اُترنے چڑھنے کی اور پھر دوست سے ملنے کی ہے۔ ملتِ عشاق میں دوری معشوق حقیقی ہے۔ دوزخ اور قرب سے بہشت مراد ہے۔ وَمَن كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا۔

حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی منیری قدس سرہٗ سے روایت ہے کہ کسی نے ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا کہ ہنستے ہیں۔ پوچھا یہ ہنسنا کیسا۔ جواب دیا کہ تعجب ہے کہ دوستانِ خدا کو لوگ مردہ کہتے ہیں اور تمام دوستانِ خدا زندہ ہیں۔

روایت ہے کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ اکثر غیاث پور سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کے روضۂ پاک کی زیارت کو حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دن یہ خیال ہوا کہ میری حاضری کی خبر خواجہ کو ہوتی ہے یا نہیں۔ جب قریب پہونچے دیکھا کہ آپ مجسم

مزار شریف کے چبوترہ پر بیٹھے ہیں۔ حضرت نظام الدین کو دیکھکر تبسم فرمایا اور یہ شعر زبان مبارک پر لائے

مرا زندہ پندار چوں خویشتن　　　　من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

اے عزیز اولیا اللہ مقبول بارگاہ الٰہی ہوتے ہیں اُن پر ہر وقت عنایت ایزدی نازل ہوتی ہے جب یہ منتقل ہوتے ہیں تو اُن کی روح بباعث مقبولیت مراتب اعلیٰ پر جاتی ہے اور جس جگہ اُن کا جسم اطہر مدفون ہوتا ہے وہاں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اور ملائکہ کی نگہبانی ہوتی ہے۔ جو کوئی اُن کے مزار پر انوار پر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے خوش ہوتا ہے کہ یہ میرے پیارے کے مزار پر آیا ہے۔ وہاں کے جانیوالے پر لازم ہے۔ کہ توحید خدا اور درود احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے اور جو کچھ ہوسکے صاحب مزار کی روح کو ثواب پہنچائے اور جانے کہ بزرگ مقبول بارگاہ الٰہی ہیں اگر میرے حال پر توجہ ہوگی تو دربار مالک الملک میں میرے حق میں دعائے خیر کرینگے جس سے میرے گناہوں میں تخفیف ہوگی۔ اور دین و دنیا کی مرادیں بر آئینگی۔

حضرت قطب عالم گنگوہی رح کا کلیر حاضر ہونا اور حضرت مخدوم پاک کا جمال اور مزار پاک پر خاص و عام کو حاضری کی اجازت

اقتباس الانوار و ثمرۃ الفواد وغیرہ کتب میں لکھا ہے کہ قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ فیض نشانہ تک کوئی شخص حضور مخدوم پاک کے مزار شریف تک حاضر ہونے اور فیض اُٹھانے کی تاب نہیں لاتا تھا حضور کی نسبت عالیہ کا متحمل ہونا عام درویشوں کی طاقت سے باہر تھا۔ قطب عالم موافق روایت بعض راویان سلسلہ والوں کی درخواست سے یا خود ہی اپنے شوق سے کلیر شریف کیطرف روانہ ہوئے۔ جب مزار مقدس ایک کوس رہگیا۔ بجلی کیطرح نسبت عالیہ حضور مخدوم پاک چمکنے لگی قطب العالم نے عرض کیا عبدالقدوس حضور ہی کا مملوک خادم ہے۔ زیارت کے شوق میں حاضر ہو رہا ہے وہ بجلی نظر آنے سے پوشیدہ ہوگئی۔ جب نصف کوس باقی رہا پھر بجلی نظر پڑی اور قطب العالم نے وہی عرض کیا اور بجلی مستور ہوگئی۔ نزدیک تر

پہونچنے پر پھر یہی ماجرا پیش آیا۔ اِس دفعہ قطب العالم نے نہایت عاجزی اور نیازمندی سے اپنا فرطِ اشتیاق ظاہر کیا۔ مولانا محمد اکرم فرماتے ہیں اُسوقت سے آجتک پھر وہ بجلی ظاہر نہیں ہوئی جب حضرت قطب العالم مرقد مطہر پر حاضر ہوئے نور روح مبارک مجسم ہوکر قبر سے باہر آگئی۔ اور حضرت قطب العالم کو بغل میں لے لیا۔ اور شاہانہ نوازش فرمائی اور یہ ارشاد کیا کہ چونکہ تم ہمارے تھے یہاں تک پہونچے ورنہ اور کسیکو اس جگہ تک پہونچنے کی طاقت نہ تھی حضرت قطب العالم نے عرض کیا کہ حضور درِ دولت پر حاضر ہونے اور فیض اٹھانے کیواسطے ایک مخلوق امیدوار ہے مگر اس بجلی کے خوف سے حاضر نہیں ہو سکتے اگر بخشش فرماکر اس برق جلال کو غلاف تنزیہ میں چھپالیں اور جمال کا لباس پسند فرمالیں تو ایک عالم کو مرقدِ مقدس حضور سے فیض حاصل ہو۔ فرمایا تیری خاطر سے ایسا ہی کرتا ہوں اور کسیقدر صفاتِ جمالیہ کو عالم ظہور میں جلوہ دیتا ہوں۔ تمام خاص و عام کو اجازت ہے۔ آئیں جائیں۔ چنانچہ اُسیوقت فیوضات و برکات کا خوان بچھگیا اور مرقد اطہر مرجع خاص و عام ہوا۔ آپ ہی نے مزار مبارک پختہ کرایا مجلس سماع و عرس کی نشو و نما ہوئی بزرگان سلسلہ اپنے اپنے مریدوں کو برائے حصول فیض دربار گہربار میں روانہ کرنے لگے ہر کوئی اپنے اپنے مرتبہ کے موافق فیضیاب ہو کر جاتا۔ الغرض جو حاجتمند جاتا۔ دامن مراد بھر کر لاتا۔ اگرچہ برقِ جلال کا نکلنا موقوف ہوگیا تھا لیکن بخوف درندوں کے ہر کس و ناکس کا جانا پھر بھی مشکل تھا۔ لکھا ہے کہ ایک وقت ہندوؤں نے اُسی جنگل میں دیوی کے نام کا مندر بنانا شروع کیا تھا کہ اچانک ایک شیر ببر جنگل سے آیا۔ اور ہندوؤں کو ہلاک کرکے چلا گیا۔ ایک روز ایک جوگی اُس راہ سے گذرا۔ اُسکو بشکل نورانی ہیبت ناک قبر دکھائی دی۔ پھر جو اُس نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ شیر ببر اپنی دُم سے جاروب کشی کر رہا ہے اور چرند و پرند اُس تربت کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے ہیں اُس نے تعجب کیا کہ چرند و پرند اور شیر ایک ہی مجمع میں بیٹھے ہیں اور ایک دوسرے کے حال سے بیخبر ہیں پھر خیال پیدا ہوا کہ یہ جگہ تو ہماری پرستشگاہ تھی۔ شیر وغیرہ جو ایک مجلس میں موجود ہیں یہ ہماری

وید کی تاثیر ہے مگر یہاں قبر کس نے بنائی ہے۔ بعداوت مذہبی یہ آگے بڑھا کہ اس قبر کا نشان مٹا دے۔ لہذا چرند و پرند وغیرہ نے جو جوگی کے چلنے کی آواز سُنی۔ مزار پُرانوار کے قریب سے جنگل روانہ ہوئے۔ جوگی بدکردار کے ہاتھ میں جو لوہے کا دست پناہ یعنی چمٹا تھا اس سے روضہ مبارک کو اس غرض سے کھودنے لگا کہ اگر لاش ہوگی تو نکالکر پھینک دونگا ورنہ اس قبر کو بے نشان کردونگا۔ دس پانچ ہی اینٹیں نکالی تھیں کہ چھوٹا سا سوراخ اُسکو معلوم ہوا اندر کا حال دیکھنے کی وجہ سے اُس مردود نے سوراخ کے اندر مُنہ ڈالا۔ پھر جو سر کو نکالنا چاہا۔ نہ نکلا۔ اور وہیں مر گیا۔ اُسی شب کو حضرت مخدوم پاک نے مجاورین کو بشارت دی کہ تم فوراً آکر میری قبر سے اس کتے کو جو بسبب بے ادبی واصل جہنم ہوا۔ باہر نکالکر پھینک دو۔ چنانچہ مجاورین علی الصباح گھبرائے ہوئے مزار پُرانوار پر پہونچے تو دیکھا کہ ایک شخص سوراخ میں پھنسا ہوا پڑا ہے۔ بدشواری اسکو باہر نکالا۔ دیکھا تو حسب ارشاد حضور وہ بددین کافر کتے کی صورت ہوگیا تھا۔ دور پھینک دیا اور روضہ مبارک آراستہ و پیراستہ کرکے ہمیشہ نگہبانی کرنے لگے۔ اُسوقت سے مجاورین روضہ اطہر کے قریب آکر آباد ہوئے۔ اسیوقت سے کلیر کی آبادی پھر شروع ہوئی۔ اور بجائے کلیر کے پیران کلیر کے نام سے مشہور ہوگیا۔

عرس مبارک حضرت مخدوم پاک رح

عُرس میں حضرت صابر کے جو لوگ آتے ہیں
اُن کی قسمت کی ملائک بھی قسم کھاتے ہیں

مومنو ہے یہ وہی روضۂ پاکِ صابرؒ
عرش سے جسکی زیارت کو ملک آتے ہیں

حبّذا صلِّ علیٰ شانِ جلالِ صابرؒ
بادشاہانِ جہاں رعب سے تھرّاتے ہیں

آپ آتا ہی نہیں کوئی بھی درِ صابرؒ پر
چاہتے ہیں جسے پاس اپنے وہ بُلواتے ہیں

بخدا جبکہ مصیبت کوئی پیش آتی ہے
اپنے خدام کی امداد وہ فرماتے ہیں

رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں یوں تحریر ہے کہ لفظ عُرس ماخوذ اس حدیث شریف سے ہے یعنی نَمْ کَنَوْمَةِ العَرُوسِ بندہ صالح سے کہا جاتا ہے کہ تو عروس کیطرح آرام کر۔ کیونکہ موت

مقبولان الٰہی وصال محبوب حقیقی ہے اِس سے بڑھکر اور کون عُرس ہوگا۔ چونکہ ایصالِ ثواب
مُردوں کی ارواح کیلئے مستحسن ہے۔ اور اپنے پیر بھائیوں سے ملنا موجب برکات ہے یعنے
اُن سے باہم ملاقات بھی ہو اور صاحب قبر کی روح کو قرآن طعام کا ثواب بھی پہنچایا جائے۔ نیز
طالبان حق کو رہبرِ کامل (پیر) کی تلاش میں دقّت نہو۔ چونکہ بہت سے مشائخ رونق افروز ہوتے ہیں
انمیں سے جن سے عقیدت ہو اس کے ہاتھ پر بیعت کیجاوے لہذا مقصود ایجاد رسم عرس یہ
ہے چونکہ بعض طریقوں میں سماع مروّج ہے اسلئے تجدید حال اور ازدیاد شوق کیلئے کچھ سماع بھی ہونے
لگا اور اسمیں کچھ ہرج معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت مخدوم پاک کا عرس شریف ہر سال تیرھویں
ربیع الاول کو بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے اور اس موقعہ پر ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں کا اجتماع
ہوتا ہے اور امیر و غریب اور شاہ و فقیر ہر مذہب ہر ملت کے لوگ اور گدی نشینان پنجاب
ہند اور دیگر غیر ممالک سے دربار حضور میں پابرہنہ حاضر ہوکر مزار پُرانوار سے فیضیاب ہوتے ہیں
حضور سے اِسقدر تصرفات و کرامات وقوع میں آئے ہیں جنکی تحریر کے لئے ایک دفتر چاہئے۔
تین روز تک نہایت فراخ حوصلگی سے طعام داری ہوتی ہے۔ ہزاروں مخلوق الٰہی شکم سیر ہوکر
کھاتی ہے۔ ماہ ربیع الاول کی یکم تاریخ سے ہر قسم کے سوداگران حاضر ہوکر اپنی اپنی دکانیں کھولتے
ہیں۔ دسویں گیارھویں۔ بارھویں تاریخ کو روشنی ہوتی ہے اور تیرھویں کو قُل شریف جسمیں
صدہا قرآن شریف ختم ہوتے ہیں اور اُن کا ثواب صاحب قبر کی روح پاک کو پہنچایا جاتا ہے۔
چودھویں تاریخ کو حضرت مخدوم پاک کے روضۂ مبارک کا غسل اول عرق گلاب سے اور دوبارہ پانی
سے ہوتا ہے۔ اِس پانی کو امراض معنوی کی شفا کیلئے تبرکاً شیشیوں میں ہر شخص لیجاتا ہے اور
اور یہی اول درجہ کا تبرک ہے۔

تبرکات حضرت مخدوم پاکؒ

اول درجہ کا تبرک حضرت مخدوم پاک قدس سرہ کے یہاں کا وہ پانی ہے جو چودھویں
ماہ ربیع الاول کو روضۂ مبارک کے غسل کا ہوتا ہے جسکو صوفی صافی وغیرہ جان و دل بیچکر خریدتے

ہیں اور شیشیاں بھر بھر کے لیجاتے ہیں اور برکت سے اُس پانی کی مراد کو پہونچتے ہیں۔ دوسرا تبرک اُس گولر کی گولریاں و پتے اور چھال ہے جسکے پتّے اور گولریوں سے آپ روزہ افطار کیا کرتے تھے اور ایک زمانہ دراز تک جسکی شاخ پکڑے ہوئے عالمِ استغراق میں مستغرق کھڑے رہے اِس گولر کی عمر بہت ہوئی ہے چنانچہ جبوقت حضرت مخدوم پاک قدس سرہٗ ۶۵۲ھ میں صاحب ولایت ہوکر شہر کلیر شریف لیگئے تھے اُس کے قبل سے اُس گولر کا وجود موجود تھا۔ لہذا ۳۸ سال حضور پُر نور کلیر شریف میں قیام فرماکر واصل بحق ہوئے۔ ۶۹۰ھ سے ابتک کہ ۱۳۴۲ھ ہے چھ سو نوّے ۶۹۰ برس کا زمانہ ہوا۔ اگر حضور کے وقت سے ہی گولر کا اندازہ کیا جائے تو اسکی عمر قریب سات سو برس کی ہوئی۔ الغرض یہ بھی حضور کی کرامات تھی۔ جو سات سو برس سے خوانِ نعمت لٹتا رہا ہے اور ابتک ہرگز کمی نہ آئی۔ مقام غور ہے کہ جس درخت کے پھل و پتے اور چھال ہمیشہ ایک عالم اپنے صرف میں لائے اور پھر سبز و شاداب رہے اِس سے بڑھکر اور کیا کرامت ہوگی۔ یہ تمام تصرف حضور اقدس ہی کا تھا۔ چنانچہ اب وہ درخت گولر کا بالکل سوکھ گیا ہے مجاورین نے ایک دیوار پختہ پُشتہ کے طور پر تعمیر کراکر اُس سوکھے ہوئے درخت کو تبرکاً اس کے اوپر رکھ چھوڑا تھا۔ اور سنہ ۱۳۲۷ھ میں ایک چھوٹا سا قبہ غالباً اُسکی یادگار کے طور پر تیار کرا دیا ہے اگرچہ سخت ممانعت تھی تاہم معتقدین اسکی لکڑیاں نوچ کر لیجاتے اور فیض اٹھاتے تھے۔ سنہ ۱۳۲۵ھ تک اِس گولر کی ایک شاخ سبز تھی اور تمام پوست ہی پوست اور وہ بھی خشک ہو گیا تھا یہانتک کہ گودے کا نام بھی نہیں رہا تھا۔ چنانچہ عرس کے موقعہ پر ایک بزرگ صاحب اُس گولر کے پوست اور سبز شاخ کو دیکھکر فرمانے لگے کہ اے بھائیو یہ درخت گولر کا حضرت مخدوم پاک قدس سرہٗ کے رازِ مخفیہ کو ظاہر کر رہا ہے اور زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ اے میرے حالت کے مشاہدہ کرنے والو جیسا کہ میرا شکم آلائش اندرونی سے صاف دیکھتے ہو اور صرف پوست ہی پوست باقی ہے۔ ایسا ہی مخدوم پاک کا باطن کثافت سے مصفا تھا اگرچہ حضور کے جسمِ اطہر پر بظاہر ہڈی اور چمڑا نظر آتا تھا۔ لیکن باطن آپ کا گنجینۂ انوار الٰہی کا مصداق تھا

اور اس سبز شاخ کی مانند قلبِ حضورِ پرنور سبز شاداب تھا سچ ہے جیسا جو ہوتا ہے
اُس کے ویسے ہی خیال ہوتے ہیں ؎ بقول

برگِ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقِ دفتریست معرفتِ کردگار

اب اللہ کے فضل و کرم سے دربار گوہر بار میں اُس گولر کے متصل ہی دوسرا گولر بھی اسی شان کا پرورش پا گیا ہے کہ کم از کم پانچسو آدمی اس کے سایہ میں آرام کر سکتے ہیں اب اِس گولر کی گولریاں و پتے وغیرہ معتقدین لیجاتے ہیں اور مراد کو پہونچتے ہیں ؎

مرض سب ظاہر و باطن کے اِس سے دور ہوتے ہیں
تری درگاہ کے گولر ہیں یا حب الشفا صابر

تیسرا تبرک حضور کے آستانہ کا خاص لنگر کی روٹی ہے سچ پوچھئے تو عاشقان صابر قدس سرہ کے واسطے وہاں کی خاک بھی کحل الجواہر سے بہتر و برتر ہے۔ چوتھا تبرک آپ کے یہاں کا مجلس سماع ہے کہ جسکی آرزو میں دن گِنے جاتے ہیں اور ہر خاص و عام ہندو مسلمان عیسائی یہودی وغیرہ سفر کی مصیبتیں اُٹھا کر ریل و گاڑی میں دھکے کھا کر نزدیک و دور سے حاضر آتے ہیں۔ یہ ایسا پُر اثر تبرک ہے کہ شائقین سال بھر تک شکم سیر رہتے ہیں۔ اور دوسری جگہ کے جانے کی خواہش نہیں ہوتی۔ حضور کے یہاں کا سا طرز و طریق غیر مجلسوں میں دیکھنا تو درکنار۔ سُننے میں بھی نہیں آتا۔

اس امر سے تعجب کرنا نہیں چاہئیے کہ حضرت مخدوم پاک کے مزار مقدسہ پر شیر حاضر ہو کر جاروب کشی کیا کرتا ہے کیونکہ راقم الحروف کے ایک دوست منشی محمد خانصاحب انبالوی مرحوم و مغفور اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے تھے کہ میں ایکمرتبہ دربار پیران کلیر شریف میں حاضر ہو کر نماز عشا کیواسطے وضو کر رہا تھا۔ دیکھا کہ ایک شیر دراز قد حضور مخدوم پاک کے روضہ مقدسہ کیطرف سر جھکائے بیٹھا ہے۔ یہ دیکھتے ہی اپنی جائے قیام پر جہاں میں مقیم تھا واپس آکر اکثروں سے ذکر کیا۔ اُن لوگوں سے معلوم ہوا کہ مزار مبارک پر شیر برابر حاضر ہوتا رہتا ہے۔

مناقب صابر رحمتہ اللہ علیہ

تجھپہ یا مخدوم صابر چشتیوں کو ناز ہے
قادریوں کو تمہاری ذات سے اعزاز ہے

جو زبانِ پاک سے نکلا وہی بس ہو گیا
آپ کا راز عیاں ایزد کا پنہاں راز ہے

نامزد تیرا ہے بزمِ اہلِ دل میں سربلند
تیرا ہر خادم ہوائے عشق کا شہباز ہے

مانگ لو خالق سے جو تم چاہو حضرت کے طفیل
عاشقانِ صابری بابِ اجابت باز ہے

رتبہ والائے صابر کا بیان ناصر کامل ہو گیا
راز ہے ہر کام میں ہر فعل میں اعجاز ہے

صفاتِ دشتِ کلیر جب چمن میں ہم سناتے ہیں
تو غنچے چٹکیوں میں لالہ و گل کو اڑاتے ہیں

قدم رکھنا سنبھلکر سالکو کوچہ میں صابر کے
کہ لاکھوں دل پڑے ہر گام پر آنکھیں بچھاتے ہیں

جو سنتے ہیں چمن میں ذکرِ روئے حضرتِ صابر
تو جامے میں گل و بلبل نہیں پھولے سماتے ہیں

درِ دندانِ صابر کا تصور جب رولاتا ہے
تو اپنے مردمِ چشمِ آب گوہر میں نہاتے ہیں

پرو کر اشکِ خون موئے مژہ میں یادِ صابر میں
دکھا کر آنکھ ہم بلبل کو کانٹوں پر لٹاتے ہیں

جو فیضِ حضرتِ صابر کا ہر سو شور سنتے ہیں
تو طفلِ اشک آنکھوں میں مچلتے بلبلاتے ہیں

کہینگے یا خدا خدام صابر آ کے یہ کس دن
ادہر آ ناصر کامل شیدا تجھے صابر بلاتے ہیں

جن کے دلوں میں حضرتِ صابر کی جا نہیں
سمجھو کہ اُن کے حال پہ فضلِ خدا نہیں

حور و ملک سے عالمِ جن و بشر تلک
وہ کون ہے جو عاشقِ صابر پیا نہیں

اے چشتیو سمجھ لو کہ بستانِ چشت میں
صابر سا دوسرا کوئی پیدا ہوا نہیں

تم لختِ دل ہو حضرت بابا فرید کے
تم سا جہاں میں صاحبِ فیض و عطا نہیں

مشکل کو میری کیجئے حل بہر خواجگان
جز آپ کے کوئی مرا مشکل کشا نہیں

اللہ کے چار حرف محمدؐ کے چار حرف
صابر کے چار حرف سے ناصر کامل جدا نہیں

مدح مخدومنا سیدنا حضرت علاء الدین علی احمد چشتی صابری کلیری رح

دُرِ دریائے وحدت فردِ مطلق قطبِ ربانی
علاء الدین محبوبِ خدائے اعظم الثانی

کریم ابن الکریمی اَنْتَ مَلْجَائِی وَمَاوَائِی
اَغِثْ وَامْدُدْ فَانْصُرْنَا لَنَا یا غوث صمدانی

اکا سر اور قیاصر جتنے ہیں سب تیرے خادم ہیں
ترے بندوں کے بندے ہیں سب ایرانی و تورانی

سگِ کوئے علاء الدین غالب شیرِ نر پر ہے
ترے خدام ادنیٰ رکھتے ہیں حکم سلیمانی

امام العارفین تم ہو رئیس الواصلین تم ہو
تمہاری ذات ہے والله عدیم المثل ولا ثانی

محمد مصطفیٰ کے لاڈلے حیدر کے جانی ہو
تری چوکھٹ کے سب خادم ہیں رومی اور خاقانی

غیاث المستغیثین خذ بیدی لله فامدونی
بمن از شش جہت دریائے غم آورد طغیانی

ہیں پیچا پیچ غم میں ایسا پیچاں اور غلطاں ہوں
کہ مجھکو دیکھ سب کہتے ہیں مجنونی و خفقانی

دُرِ دُرجِ معین الدین گلِ گلزارِ قطب الدین
بصورت ہم بسیرت ہو فرید الدین کے ثانی

تم ہی سے خاندانِ چشت کو رونق ہوئی حاصل
تمہارا فخر کرتے ہیں محی الدین جیلانی

فَسَهِّلْ کُلَّ صَعْبٍ یا علاء الدین علی مرود
کہ تم مشکل کشائی میں علی حیدر کے ہو ثانی

شتابی لو خبر میری کہ میرا حال ہے ابتر
تساہل مت کرو لله رسول الله کے جانی

کہوں جز آپ کے کس سے میں اپنا دردِ بیدرماں
مجھے دے اے مسیحا دم پیاپے جامِ روحانی

بہ کانِ مہرت آن لعلم کہ از ہر لعل رخشانم
نمیخواہم ز تو چیزے بجز عشق تو میدانی

تم ہی پر ہے نظر میری تم ہی سے عرض کرتا ہوں
تمہارے ذمہ ہے ہر طرح کامل کی نگہبانی

شبیہِ صابری آٹھوں پہر پیشِ نظر ہووے
یہی ہے رات دن فریاد یا محبوبِ سبحانی

تمہارے رخ پہ تاباں ہے جمال و نور احمد کا
تمہیں حق نے بنایا گوہرِ شہوارِ عرفانی

متاب اے کانِ عظمت روئے رحمت از منِ مسکیں
ندارم توشۂ جز شہوت و حرص و پشیمانی

وہ تیغِ احمدی دیکر مجھے ایسا مسلط کر
کہ لوہا مان جاویں جسکا رومی و صفاہانی

نہالِ عشق تو روید بآبِ خاکِ جانِ من
علی احمد علاء الدین صابر شاہِ شاہانی

نہالِ باغِ عرفانی مسیحا وقت گفتاری — بہ گلزارِ کرم ہر دم برنگِ ابرِ بارانی

چھپا لو اپنے دامن میں رسول اللہ کا صدقہ — مٹا دو میرے دل سے سب جو ہیں وسواس شیطانی

بہ حرفِ چرب گفتارم سخن سازم زبان دانم — ازیں باعث سبق بردم ز فردوسی و خاقانی

عجب ہے جسکا دانی ہو وے تجھسا اے خدیو جاں — وہ ہو محروم وحدت اور رہے محجوب نفسانی

مجرد مثلِ روح خود کنی روحِ مقید را — وگرنہ حرف نامے وارد ایں حرف مسلمانی

قیوداتِ مکان و وقت را مفقود کن یکسر — بہ بخش آں سرمدی فیضم بعنوانِ ادیسانی

سگانِ کوئے صابر ہیں یہ صابرؔ بھی ہے شامل چشتیؒ — فرید الدین کا صدقہ اٹھا دو پردہ ظلمانی

آوازِ قلب حزیں بندہ کمیں سید محمد علی چشتی کامل دہلوی مؤلف کتاب ہذا بحضور قبلہ ارباب شریعت کعبہ اوابِ طریقت مرشدی مولائی حضرت خواجہ مولوی محمد شفیع صاحب چشتی امیرم بریلی علیہ الرحمۃ

میرے حامی میرے سید المدد — واقفِ اسرارِ سرمد المدد

موردِ الطاف بے حد المدد — عاشقِ روئے محمد المدد

میرے ناصر رنج سے آزاد کر
تیرے صدقے آ مری امداد کر

بیکسی نے اب ستایا ہے مجھے — خاک میں اس نے ملایا ہے مجھے

دربدر اس نے پھرایا ہے مجھے — رنج کا پتلا بنایا ہے مجھے

میرے ناصر رنج سے آزاد کر
تیرے صدقے آ مری امداد کر

بیکسی سے ناک میں دم آگیا — روز غم سہہ سہہ کے جی اکتا گیا

کیا کہوں ہیں اب تو دل گھبرا گیا — آپ کی امداد کا وقت آگیا

میرے ناصر رنج سے آزاد کر
تیرے صدقے آ مری امداد کر

اَب ترقی پر ہے میرا دردِ سر — سوزِ غم سے جل چکے دل اور جگر
روتے روتے تھک گئی ہیں چشم تر — شکل راحت کی نہیں آتی نظر

میرے ناصر رنج سے آزاد کر
تیرے صدقے آمری امداد کر

بے طرح ہوں آفتوں میں مبتلا — ہوگئے ہیں اقربا کا تعقربا
ہے اگر تو آپ کا ہے آسرا — دستگیری کیجئے اب میں چلا

میرے ناصر رنج سے آزاد کر
تیرے صدقے آمری امداد کر

کب تک آخر روز کے رنج و ملال — ہوگئی ہے زندگی اَب تو وبال
آہ اَب کوئی نہیں پرسان حال — ہوگیا آرام دل خواب و خیال

میرے ناصر رنج سے آزاد کر
تیرے صدقے آمری امداد کر

غم سے میری ایسی حالت ہوگئی — چاہنے والوں کو نفرت ہوگئی
اور دُنیا سے محبت ہوگئی — جسم اور جاں میں عداوت ہوگئی

میرے ناصر رنج سے آزاد کر
تیرے صدقے آمری امداد کر

تجھ سے میری عرض یا سرکار ہے — اَب زمانہ درپئے آزار ہے
حال کامل کا ترے اَب زار ہے — چارسو سے رنج کی بھرمار ہے

میرے ناصر رنج سے آزاد کر
تیرے صدقے آمری امداد کر

اللہ کے چار حرف محمد کے چار حرف — صابر کے چار حرف سے کامل ناصر جدا نہیں